فدایانِ ختمِ نبوت کا ترجمان
ماہنامہ
العاقب
لاہور
نابغہ روزگار، امام المتکلمین
قائد حریت، قائدِ تحریکِ آزادی
حضرت علامہ
فضلِ حق
خیرآبادی
و
جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر
بشمول متعدد حصہ
ماہنامہ الہام بہاولپور علامہ فضل حق خیرآبادی نمبر
ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر
زیرِ سرپرستی
حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی

# فہرست

## حصہ اوّل

## حصہ دوم

## حصہ سوم

مولانا محمد شہباز عالم مصباحی کا تعلق جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی سے ہے۔ موصوف نے جنگ آزادی 1857ء کے ضمن میں ایسے عنوان کا انتخاب کیا ہے جس کی طرف عام طور پر محققین کی توجہ کم ہوتی ہے۔ بہر کیف مولانا موصوف نے اس عنوان میں مواد کو بہت احسن پیرائے میں بیان کیا ہے۔

## علامہ فضل حق کا فتویٰ جہاد تحریک آزادی کی روح:

1857ء کی جنگ کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ غیر ملکی انگریزوں کے پیہم ظلم وستم، جارحیت وسفاکیت، قتل وغارت گری اور مذہبی مداخلت کے ردِ عمل میں 11 مئی 1857ء سے شروع ہو کر[1] 21 ستمبر کو ختم ہونے والی[2] انقلاب 1857ء کی تحریک میں جس چیز نے روح پھونکی تھی وہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور اس وقت کے دیگر اکابر علماء کا وہ معرکۃ الآرا فتویٰ تھا جسے جنرل بخت خاں کے 26 مئی 1857ء کو دہلی میں ورود[3] اور حضرت علامہ سے مشورہ کے بعد جامع مسجد میں مرتب کیا گیا تھا۔ اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی پورے ملک میں شورش برپا ہوگئی اور صرف دہلی میں نوے ہزار سپاہی جمع ہو گئے تھے۔ اس فتویٰ پر حضرت علامہ کے علاوہ پانچ اور علماء کے دستخط تھے[4] یہ فتویٰ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا لیکن اسی طرز کا ایک فتویٰ جو حضرت علامہ کے ورودِ دہلی سے پہلے مرتب ہو کر شائع ہو چکا تھا[5] اور بقول مولوی ذکاء اللہ جس کا چرچا شہر میں بہت کم تھا[6] ہمیں ملا ہے، ہم اسے ذیل میں نقل کرتے ہیں:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ اب جو انگریز دلی میں چڑھ آئے اور اہلِ اسلام کی جان ومال کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس صورت میں اب اس شہر والوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں؟ اور اگر فرض ہے تو وہ فرضِ عین ہے یا نہیں؟ اور اوپر لوگ جو اور شہروں اور بستیوں کے رہنے والے ہیں ان کو بھی جہاد چاہیے یا نہیں؟ بیان کرو اللہ تم کو اجر دے"۔

جواب: درصورت مرقومہ فرض عین ہے اوپر تمام اس شہر کے لوگوں کے اور استطاعت ضرور ہے اس کی فرضیت کے واسطے' چنانچہ اس شہر والوں کو طاقت مقابلہ اور لڑائی کی ہے بسبب کثرت اجتماع افواج کی اور مہیا اور موجود ہونے آلات حرب کے تو فرض عین میں کیا شک رہا اور اطراف وحوالی کے لوگوں پر جو دور ہیں باوجود خبر کے فرض کفایہ ہے۔ ہاں اگر اس شہر کے لوگ باہر ہو جائیں مقابلہ سے یا سستی کریں اور مقابلہ نہ کریں تو اس صورت میں ان پر بھی فرض عین ہو جائے گا اور اسی طرح اور اسی ترتیب سے سارے اہل زمین پر شرقاً اور غرباً فرض عین ہوگا اور جو عدو اور بستیوں پر ہجوم اور قتل اور غارت کا ارادہ کریں تو اس بستی والوں پر بھی فرض ہو جائے گا' بشرط ان کی طاقت سے''۔ ۷

اس فتوے کے مجیب مولانا نور جمال ہیں۔ ان کے علاوہ 35 اور علمائے کرام کے دستخط اس فتوے پر ثبت ہیں۔ ۸ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کے مرکزی فتویٰ کی بنیاد ہی پر 1857ء کی جنگ ''جہاد'' قرار پائی اور اس کے جاں نثاروں کو ''شہید'' اور ''مجاہد'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

مسلمانانِ وطن کا شوقِ شہادت:

جنگ 1857ء کی جہادی حیثیت کی جانکاری صرف اہل علم' اربابِ افتاء اور شاہی دربار سے وابستہ افراد ہی تک محدود نہ تھی بلکہ اس جنگ میں شریک ادنیٰ سے ادنیٰ شخص بھی اس بات سے واقف تھا اور اسی وجہ سے وہ بڑا سے بڑا خطرہ بھی مول لیتا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ یہ کوئی عام جنگ نہیں بلکہ ایک مقدس جہاد ہے' جس میں اگر موت بھی حاصل ہوتی ہے تو وہ ہزاروں دنیاوی زندگیوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ ذیل میں نقل کردہ واقعات سے ہماری بات کی صداقت سامنے آتی ہے:

● ''گرانڈ جیکب نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ جب باغیوں کو توپ سے اڑایا جارہا تھا تو ان میں سے ایک ایسا تھا جو صرف زخمی ہوا لیکن اس کے باوجود فخر سے سینہ تان کر' دوسرے راؤنڈ کے لیے توپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر جیکب اس کے قریب گیا اور کہا کہ مجھے تم پر رحم آتا ہے' شاید دھوکا دے کر تمہیں بغاوت میں پھنسا دیا گیا ہے۔ اگر تم سرکار کی مدد کرو اور باغی سرداروں کے نام بتا دو تو تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ یہ زخمی شخص اپنے زخم کی تکلیف سے جھکا' خاموش رہا اور میری طرف ترش روئی اور حقارت سے دیکھ کر برملا کہا ''میں نے جو کیا ٹھیک کیا۔'' یہ کہہ کر اس نے منہ پھیر لیا اور دلیری سے توپ کے سامنے کھڑا ہو گیا''۔ ۹

● گوری شنکر جو انگریزوں کا ایک مخبر تھا اس نے 7 ستمبر 1857ء کو انقلابیوں کے متعلق جو رپورٹ بھیجی اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں: ''دو دن ہوئے تقریباً چار سو غازیوں کا ایک دستہ گوالیار سے پہنچا تھا۔ یہ لوگ بالکل کنگال ہیں۔

نواب محمد میر خاں کے صاحب زادے میاں بڈھن نے ان سے دریافت کیا کہ کیا ان کے پاس خوراک وغیرہ کا بندوبست ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ شہادت کے لیے وہاں پہنچے ہیں۔ ان کو خوراک وغیرہ کی ضرورت نہیں''۔ [۱۰]

جنگ آزادی کا مخالف گروہ:

1857ء کی جنگ ایک جہاد اور مظلوم ہندوستانیوں کی جائز صدائے احتجاج اور نالۂ برحق تھی۔ یہ اس وقت کے دانش ور اور حالات پر گہری نظر رکھنے والے علمائے کرام کا ''شرعی فیصلہ'' ہے لیکن اسی دور میں علماء کا ایک چھوٹا سا گروپ [۱۱] اس فیصلے کو غلط قرار دیتا تھا اور اس کے برعکس اپنی ''رائے'' رکھتا تھا۔ ان کے کہنے کے مطابق ان حالات میں انگریزوں کے خلاف مسلمانوں پر جہاد کا فرض ہونا تو درکنار، جائز بھی نہیں تھا۔ اس کے پیچھے ان علماء کے کیا مقاصد تھے، ہم ان سے بحث نہیں کریں گے۔ ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ 1857ء ہی میں جنگ 1857ء کی معروف عام، تحقیق سے ثابت اور حالات کے عین مطابق جہادی حیثیت سے انکار کرنے والا ایک گروہ پیدا ہو چکا تھا، جس کا ثبوت ہمیں ذیل کے واقعات سے ملتا ہے۔

● ایک واقعہ کے بارے میں وحید الدین خاں لکھتے ہیں: ''1857ء کے زمانے میں جب علماء نے انگریزوں کے خلاف جہاد بالسیف کا فیصلہ کیا، اس وقت دیوبند میں ایک بڑے عالم مولانا شیخ محمد صاحب تھے۔ مولانا کی رائے دوسرے عالموں کے بالکل برعکس تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا ہم مسلمانوں پر فرض تو درکنار موجودہ احوال میں جائز ہی نہیں۔ چنانچہ دیوبند میں ایک مشاورتی اجتماع ہوا۔ اس میں دوسرے علماء کے ساتھ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی بھی شریک تھے۔ اس واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں: ''اس اجتماع میں جہاد کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ حضرت نانوتوی نے نہایت ادب سے مولانا شیخ محمد صاحب سے پوچھا کہ حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ ان دشمنانِ دین و وطن پر جہاد کو فرض بلکہ جائز بھی نہیں فرماتے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اسلحہ اور آلاتِ جہاد نہیں ہیں، ہم بالکل بے سروسامان ہیں۔ مولانا نانوتوی نے عرض کیا کہ کیا اتنا بھی سامان نہیں ہے جتنا کہ غزوۂ بدر میں تھا اس پر مولانا شیخ محمد صاحب نے سکوت فرمایا''۔ [۱۲]

● دوسرا واقعہ مولوی ذکاء اللہ کی زبانی سنیے: ''مولوی رحمت اللہ اس ٹوہ میں آئے کہ دہلی میں جہاد کی کیا صورت ہے؟ وہ بڑے عالم فاضل تھے اور عیسائی مذہب کے رد میں صاحبِ تصنیف تھے۔ وہ قلعہ کے پاس مولوی

محمد حیات کی مسجد میں اترے۔ اس دانش مند مولوی کے نزدیک دہلی میں جہاد کی کوئی صورت نہ تھی بلکہ ایک ہنگامۂ فساد برپا تھا''۔ ۱۳

آج بھی چند جدت پسند''مفکرین'' اور بزعمِ خویش مجتہدین اسی چھوٹے سے گروہ کے فکری اثاثے کو بنیاد بنا کر 1857ء کی جنگ کو جہاد کہنے سے گریز کرتے ہیں اور اسے''غدر'' کا نام دیتے ہیں۔

1857ء کے اقلیتی علماء کو کن باتوں نے جنگ کے عدم جواز کا فتویٰ دینے پر مجبور کیا تھا' ہم ان کے بیان سے صرف اس لیے بچنا چاہتے ہیں کہ ایک دوسری بحث نہ پیدا ہو جائے اور پھر ان باتوں کو 1857ء کی تاریخ سے تھوڑا سا بھی شغف رکھنے والا شخص جان سکتا ہے بشرطیکہ مطالعہ میں غیر جانب دارانہ پہلو کو اپنائے۔ انقلاب 1857ء کے حوالے سے مفکرین نے جو اپنی رائے بنائی ہے اس کی اصل بنیاد 1857ء کی جنگ کی ناکامی پر ہے۔ اگر یہی جنگ فتح سے ہم کنار ہوتی تو یہی نام نہاد مفکرین اس کو جائز' برحق اور جہاد ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے۔

جنگ آزادی 1857ء کا شرعی پہلو؟

شروع ہی سے 1857ء کی جنگ کے شرعی پہلو کے تعلق سے دو نظریے رہے ہیں۔ ایک نظریہ جمہور علمائے کرام کا ہے اور دوسرا ایک چھوٹے سے گروپ اور اس کے ہم نواؤں کا۔ اب ہمیں اس بات کا تفصیل سے جائزہ لینا ہے کہ کون سا نظریہ درست ہے اور یہی ہمارا اصل موضوع ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے جہاد کا مفہوم' اس کے شرائط اور نصب العین جاننے کی ضرورت ہے تاکہ ہمیں ایک معیار مل جائے' جس کی روشنی میں ہم بحث کو خوب سے خوب انداز میں سمجھ سکیں۔

جہاد کا مفہوم:

جہاد عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہیں محنت کرنا' مشقت اٹھانا اور کوشش کرنا۔ اصطلاحِ شرع میں جہاد کا مطلب ہے اللہ کے راستے میں جنگ میں پوری توانائی صرف کرنا۔

اسلام کے نظریۂ جہاد کا فقہی مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ وہ اصلاً بے قصوروں پر بے سبب ہونے والے ظلم وستم اور جبر وتشدد کی دفاعی کارروائی کا نام ہے۔ عام حالات میں وہ فرض کفایہ ہے۔ متعلقہ خطے کے مکلف مسلمانوں نے اسے انجام دے دیا تو سبھی اس فریضۂ جہاد سے بری ہو جائیں گے۔ ہاں! اگر حالات ایسے ہو جائیں کہ کفار کی شرارت سے تمام اہل اسلام متاثر ہوں اور مقابلے کے لیے مدمقابل کے عام لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوں اور دشمن اسلامی سرزمین کی حدود میں داخل ہو کر دندناتا پھرے تو ایسے موقع پر ہر صاحب تکلیف اور سچے مسلمان پر جہاد فرض

ہو جاتا ہے۔ جو بنفس نفیس شرکت کرسکتا ہے وہ شریک ہو۔ جس کے سامنے شرکت میں رکاوٹیں ہوں وہ دوسرے ذریعوں سے تعاون کرے، جہاد میں حصہ لینا بہر حال سب پر ضروری ہے۔ ایسی ہی صورت حال کو فقہاء "نفیر عام" سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے بارے میں فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر مشرق میں کسی خاتون پر دست درازی ہو تو مغرب کے مسلمان پر بھی اس کا تحفظ و تعاون لازم ہے۔

ہدایہ میں ہے: ﴿الجهاد فرض على الكفاية اذا قام به فريق من الناس سقط عن الباقين الا ان يكون النفير عاماً و حينئذ يصيرمن فروض الاعيان﴾ [۱۴]

اسی میں ہے: ﴿فان هجم العدوعلى بلد وجب وعلى جميع الناس الدفع ﴾ اگر دشمن شہر پر حملہ آور ہو جائیں تو اس کا دفاع تمام لوگوں پر واجب ہے۔

جہاد کی شرائط:

❶ جہاد اسی حالت میں فرض ہے جب کہ مسلمانوں کے پاس خلیفہ یا سلطان ہو اور وہ اپنے امراء و حکام اور علمائے کرام کے مشورہ سے اعلانِ جہاد کرے۔

❷ مسلمانوں کے پاس مقابلے کی استطاعت ہو اور فوج کی ایک بھاری تعداد ہو، ورنہ سلطانِ اسلام اگر یہ سمجھے کہ کفار زائد ہیں تو ایسی حالت میں ان سے قتال ناجائز ہے۔ ﴿هذا اذا غلب على ظنه انه يكافئهم والا فلا يباح قتالهم﴾ (ردالمختار)

❸ آلاتِ حرب کافی مقدار میں ہوں۔

❹ مسلمانوں کا مفاد یقینی ہو یا یہ کہ اس کا ظن غالب ہو۔

❺ جہاد کی فرضیت کے لیے لازم اور مطلوب حالات موجود ہوں جیسے کوئی شوریدہ سر جماعت مسلمانوں کے وجود اور عزت و وقار پر حملہ آور ہو اور ان کے مذہبی معاملات میں مداخلت کرنے لگے، لوگوں کا سکون وچین تباہ و برباد کر دے اور اپنے مادی مفادات کے حصول اور ترجیح میں ظلم وعداوت کا ایسا طوفان کھڑا کرے کہ آدمی کا دین و ایمان اور جان و مال محفوظ رہنا مشکل ترین مسئلہ بن جائے۔

جہاد کا نصب العین:

جہاد کا مقصد حصولِ اقتدار اور دولت یا ذاتی غیظ و غضب اور انتقام کی آگ بجھانا نہیں ہے بلکہ غلبۂ دینِ حق، قیامِ امن، انسدادِ ظلم اور استیصالِ فتنہ و دفعِ شر ہے۔

**1857ء کے حالات کا جائزہ:**

جہاد کے مفہوم، شرائط اور نصب العین سے آگاہی کے بعد اب ہم 1857ء کے حالات کا جائزہ لیں گے اور ان میں شرائط جہاد کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے۔ اگر ہماری یہ کوشش کامیابی سے ہم کنار ہوتی ہے تب تو 1857ء کے جمہور علماء کا فتوائے جہاد صحیح، برحق اور برمحل ہوگا اور اس کی ضرورت وصداقت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہوگا ورنہ ہم بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ یہ ان کا جذباتی، جنون خیز، ناعاقبت اندیشانہ اور پوری قوم کو ہلاکت وتباہی کے غار میں دھکیلنے والا قدم تھا۔

● **کاشت کاروں کا استحصال:**

کسانوں کا استحصال کرنے کے لیے انگریزوں نے ایک تباہ کن اور بھاری شرح مال گزاری ان کی فصلوں پر مقرر کر رکھی تھی۔ شمالی ہندوستانی میں 1822ء کے ریگولیشن Vii کی دفعات کے ماتحت مال گزاری زمین کی کل پیداوار کا 80 فیصد مقرر کی گئی تھی۔ ۱۵ یہ سیاہ اصول بھی صرف کاغذ پر تھا ورنہ عملی طور پر جو مال گزاری وصول کی جاتی تھی وہ پیداوار کے تناسب سے کہیں اونچی ہوتی تھی۔ ۱۶ اس استطاعت سے باہر مال گزاری نے زرعی ترقی کو روک دیا تھا اور کاشت کار بدترین مفلسی اور عدم وسائل کا شکار ہو گئے تھے۔

اس بھاری مال گزاری کے ساتھ انگریزوں کی دوسری ظالمانہ کاروائی یہ تھی کہ وہ کاشت کاروں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ وہی فصل اگائیں جس سے ان کا فائدہ ہو، خواہ وہ کاشت کاروں کے لیے نفع مند ہو یا نہ ہو، مثلاً دھان کے موسم میں اگر انہیں افیون سے غیر معمولی نفع حاصل ہونے کی توقع ہوتی تو وہ کسانوں کو افیون کی فصل اگانے پر مجبور کرتے۔ ۱۷

● **تاجروں پر ظلم وستم:**

بنگال میں سیاسی طاقت سنبھالنے کے بعد انگریزوں نے ملک کی تجارتی کاروائیوں پر بھی اپنی اجارہ داری قائم کر لی۔ اس اجارہ داری کے نتیجے میں نجی تاجروں کی چیزیں بالخصوص مغلوں (مسلمانوں) یا ہندوؤں کی ملکیت والی اشیا عام سڑکوں پر روک کر، کرایہ وصول کرنے والے گودام تک لے جائی جاتی تھیں۔ ان اشیا کے مالکان کو اکثر مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے سامانوں کے ساتھ ایسے جہازوں پر سوار ہوں جن کے بارے میں ان کی رائے اچھی نہیں ہوتی تھی اور ایسے سفر پر روانہ ہوں جس کی منزل اور جس کا انتظام ان کی تجارتی اسکیم کے خلاف ہوتا تھا۔ راستے سے باہر اور

نامانوس بندرگاہوں پر چھوڑ دیے جانے سے سامان کا نقصان ہو جاتا تھا اور کبھی کبھی وہ ضائع بھی ہو جاتا تھا۔ ۱۸

انگریزوں نے کسٹم ڈیوٹی اور مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے مقرر محصول کی شرحوں میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا تھا اور ان چیزوں پر بھی کسٹم ڈیوٹی لگا دی تھی جو ابھی تک اس سے بری تھیں اور نئے نئے محاصل درآمد برآمد اور چنگی کی حد بندیاں کھڑی کر کے تاجروں کو طرح طرح کی مشکلات میں ڈال دیا تھا۔ ۱۹

● صنعت کاروں کے ساتھ ناروا سلوک:

اسٹیم کی طاقت اور مشینری کے استعمال کی بدولت انیسویں صدی کی اول دہائیوں میں انگلستان اس قابل ہو گیا تھا کہ وہ یورپ کے بازاروں میں ہندوستان کے سامانوں کا مقابلہ کر سکے۔ اس لیے برطانیہ نے اپنے تیار کردہ سامانوں کے لیے موافق فضا پیدا کرنے کی غرض سے ہندوستانی اشیا کی درآمد پر بہت ہی زیادہ بھاری ٹیکس لگا دیے تا کہ ہندوستانی اشیا کی درآمد نہ ہو سکے اور اس چیز نے ہندوستانی صنعت کاروں کی کمر توڑ دی تھی۔ ۲۰

ولسن لکھتا ہے: یہ ضروری ہو گیا ہے کہ موخر الذکر (برطانوی کاریگروں) کی حفاظت یا تو ہندوستانی مال کی قیمت پر 70-80 فی صد ٹیکس لگا کر یا مال کا داخلہ بند کر کے کی جائے۔ ۲۱

ہندوستانیوں کا مال خریدنے کے لیے کمپنی نے جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ بھی نہایت ظالمانہ اور غریب جولاہوں کا حق مارنے کے مترادف تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے مال خریدنے کے لیے بھاری تنخواہ پر کچھ ایجنٹ رکھے تھے جن کو گماشتہ کہا جاتا تھا۔ ہر گماشتہ کے ساتھ ایک کلرک اور ایک خزانچی ہوتا تھا۔ یہ سب مقررہ اوقات پر گاؤں میں خریداری کرنے جاتے تھے اور پورے طور پر اپنی مرضی سے خریداری کرتے تھے۔ اس میں غریب جولاہوں کی مرضی کا کچھ بھی خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ گماشتے جہاں چاہتے تھے ان سے دستخط کرا لیتے تھے اور جو رقم جولاہوں کو دی جاتی تھی اس کے لینے سے اگر وہ انکار کرتے تو انہیں ہاتھوں، پیروں اور کمر سے باندھ دیا جاتا تھا اور کوڑے لگانے کے بعد ہی چھوڑا جاتا تھا۔ ۲۲ گماشتے سامانوں کا جو دام مقرر کرتے تھے وہ کم از کم 15 فی صد اور بعض حالات میں 40 فی صد اس سے کم ہوتا تھا جو عام بازار میں آزادی سے فروخت کرنے پر ملتا تھا۔ ۲۳

اس کے علاوہ انگریزوں کا ایک ظلم یہ تھا کہ انہوں نے کچھ مال کے دام حد سے زیادہ بڑھا دیے تھے تا کہ ہندوستانی دستکار انہیں خرید نہ سکیں اور اس طرح ہندوستانی صنعت زوال پذیر ہو جائے۔ (۲۴)

اس وقت ہندوستان میں عموماً یہی تین طرح کے لوگ تھے اور ہر کوئی اپنے اپنے دائرے میں انگریزوں کے ظلم وستم اور جبر وتشدد کا نشانہ بنا ہوا تھا اور اس طرح شہرت، دولت اور طاقت حاصل کرنے کے تمام ذرائع ہر سطح کے

لوگوں پر مسدود کر دیے گئے تھے اور اس کے ساتھ ظلم بالائے ظلم یہ تھا کہ انگریزوں نے عوامی اعزاز حاصل کرنے، حکومت کی اعلیٰ ملازمتوں اور اعتماد و آمدنی کے بلند عہدوں پر فائز ہونے کے حقوق سے بھی ہندوستانیوں کو یکسر محروم کر رکھا تھا۔ انہیں صرف ان جگہوں پر ملازمت کرنے کا اہل سمجھا جاتا تھا جہاں ان کے بغیر کام نہ چل سکے۔ ۲۵

یہ تو عام لوگوں کی صورت حال تھی۔ انگریزوں نے امرا یہاں تک کہ سلطانِ وقت کو بھی نہیں بخشا تھا۔ چنانچہ انقلاب کے اسباب کا تاریخی تجزیہ کرتے ہوئے امداد صابری لکھتے ہیں:

''چارلس مٹکاف ریزیڈینٹ دہلی نے نہایت ہی ہوشیاری سے شاہی اختیارات کا خاتمہ کر دیا، جس کی قدرے تفصیل اس طرح ہے:

❶ دہلی میں طویل قید یا قصاص کے احکام پر بادشاہ سے منظوری لی جاتی تھی۔ یہ رسم موقوف کر دی گئی، جس سے بادشاہ کی ملکیت کا جو اثر باقی تھا وہ سرے سے ختم ہو گیا۔

❷ ایک موقع پر لارڈ اہرڈسٹ گورنر جنرل نے صاف الفاظ میں اکبر ثانی کو تحریر کر دیا کہ آپ کی بادشاہت صرف نام کی ہے اور محض اخلاقاً آپ بادشاہ کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

❸ 1832ء میں قدیم دار السلطنت دہلی پر بادشاہ کی برائے نام ملکیت بھی ختم کر دی گئی اور دہلی کو ممالک مغربی و شرقی میں شامل کر دیا گیا۔

❹ 1835ء میں دہلی کے بادشاہ کے سکے کی بجائے سکہ کمپنی بہادر رائج کر دیا گیا''۔ ۲۶

● ہندوستانیوں کا غربت و افلاس:

درج بالا حالات نے لوگوں کو نادار اور محتاج بنا دیا تھا۔ ہزاروں لوگ بے روزگاری، فاقہ کشی اور بھوک میں مرتے تھے۔ لوگ اس قدر محتاج ہو گئے تھے کہ آنہ ڈیڑھ آنہ یومیہ پر انگریزی فوج میں ملازمت کے لیے آمادہ ہو جاتے تھے۔

سر سید احمد خاں نے لکھا ہے: ''اہل حرفہ کا روزگار بسبب جاری اور رائج ہونے اشیائے تجارت اور ولایت کے بالکل جاتا رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہندوستان میں کوئی سوئی بنانے اور دیا سلائی بنانے کو بھی نہیں پوچھتا تھا۔ جولاہوں کا تار بالکل ٹوٹ گیا تھا''۔ ۲۷

انگریزوں کے دور اقتدار میں اہل لکھنؤ جس بے چینی، بے اطمینانی، مفلسی اور معاشی ابتری سے دوچار تھے اس کی جھلکیاں ہمیں اس دور کے اخبار ''سحر سامری'' کے درج ذیل تراشے سے نظر آتی ہیں۔ یہ تراشہ ملاحظہ کیجیے اور

حالات کی ابتری کا اندازہ لگایئے: ''ان دنوں غلے کی گرانی ہے' گرانی خاطر ارزانی ہے۔ اس قدر مہنگا اناج ہے' آسیائے فلک بھی دانے کا محتاج ہے۔ جو رفاقہ سے افاقہ نہیں۔ بے معاشی نے ہر قماش کے آدمی کا اطمینان کھو دیا' جس نادان و دانا نے حال بربادی کو سنا' رو دیا۔ ایک تو معاش نہیں' جائے تلاش نہیں۔ دوسرے وفورِ غم سے گندمی رنگ ہر بشر نیلا ہوا' گویا مفلسی میں آٹا گیلا ہوا۔ خونِ دل بجائے شراب ہے' لختِ جگر کباب ہے۔ بدحواسی سے زوالِ اعتدالِ مزاج ہوا۔ ہر غریب و مسکین روٹی کے ٹکڑے کا محتاج ہوا۔ چکنی چپڑی باتوں سے تدبیر نہیں چلتی' بہت سر پٹکتے ہیں دال نہیں گلتی' حاکم اس طرف عنانِ توجہ موڑتا نہیں' بس کیا کریں اکیلا چنا بھاڑ پھوڑتا نہیں۔ ۲۸

● انگریزوں کی مذہبی مداخلت:

جب پورے ہندوستان میں انگریزوں کی عمل داری قائم ہو گئی تو انہیں یہ احمقانہ بات سوجھی کہ سارے ہندوستانی ان کے ہم مذہب ہو جائیں۔ اس کے لیے انہوں نے طرح طرح کے طریقے اپنائے۔ عیسائی پادریوں کو کھلی چھوٹ دے دی۔ وہ عیسائی مبلغ اسکولوں میں' بازاروں میں' شفا خانوں میں' جیل خانوں میں' غرض جس جگہ موقع ملتا تبلیغ کرنے لگتے تھے۔ بعض اضلاع میں پادریوں کے ساتھ تھانے کے چپراسی بھی جاتے تھے اور یہ پادری غیر مذہب کے مقدس لوگوں اور مقدس مقامات کو بہت برائی سے اور ہتک سے یاد کرتے تھے جس سے سننے والوں کو نہایت رنج اور دلی تکلیف پہنچتی تھی۔ ۲۹

اس حوالے سے علامہ فضل حق خیرآبادی لکھتے ہیں: ''انہوں نے تمام باشندگانِ ہند کو کیا امیر' کیا غریب' چھوٹے و بڑے' مقیم و مسافر' شہری و دیہاتی' سب کو نصرانی بنانے کی اسکیم بنائی۔ ان کا خیال تھا کہ ان کو نہ تو کوئی مددگار و معاون نصیب ہو سکے گا اور نہ انقیاد و اطاعت کے سوا سرتابی کی جرأت ہو سکے گی''۔ ۳۰

اسی میں آگے لکھتے ہیں: ''ان سازشوں کے علاوہ ان کے دلوں میں اور بھی بہت سے مفاسد چھپے ہوئے تھے۔ مثلاً مسلمانوں کو ختنہ کرانے سے روکنا' شریف و پردہ نشین کا پردہ ختم کرانا نیز دوسرے احکام دینِ مبین کو مٹانا' وغیر ذالک''۔ ۳۱

''نورِ مغربی'' 1857ء کا ایک ہفت روزہ خبر نامہ تھا جو حوض قاضی (دہلی) سے شائع ہوتا تھا۔ اس کی ایک رپورٹ ملاحظہ کریں: ''اخبارات کلکتہ سے دیکھا گیا ہے کہ مقام مذکور میں گوروں نے بہت سر اٹھا رکھا ہے۔ سرِ بازار ہر ایک سے دنگا فساد کرتے ہیں اور مسجدوں اور گھروں میں گھس جاتے ہیں' باعث اس کا یہ ہے کہ قرار واقعی سزا نہیں ملتی''۔ ۳۲

انگریزوں کی ایک دوسری مذہبی مداخلت یہ تھی کہ انہوں نے مسلمان فوجیوں کو سور کی چربی لگے ہوئے کارتوسوں کو دانت سے کاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔

چنانچہ سر سید احمد خاں لکھتے ہیں: ''ایک اور بات سنو کہ یہ تمام بغاوت جو ہوئی تھی بنا اس کی وہ کارتوس تھا جس پر سور کی چربی لگی ہوئی تھی''۔ ۳۳

1857ء اور اس سے قبل کے حالات بالکل جہاد کے متقاضی اور اس کی فرضیت کے محرک تھے۔ انہیں حالات کو فقہا ''نفیر عام'' سے تعبیر کرتے ہیں اور ایسے ہی ناگزیر حالات میں ہر سچے اور بہی خواہ انسانیت کا اولین فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ظلم وستم اور سفاکیت وبربریت کے جن خوگروں نے یہ حالات پیدا کیے ہیں ان کے خلاف شمشیر وسنان کی جنگ چھیڑ دے اور اس وقت تک دم نہ لے جب تک کہ خدا کی مخلوق کو اس کے کھوئے ہوئے حقوق واپس نہ مل جائیں اور سکون وقرار کی زندگی بحال نہ ہو جائے۔

## شرائطِ جہاد کی موجودگی:

1857ء کے جہاد متقاضی حالات سے آگاہی کے بعد جہاد کے شرائط میں تین چیزیں باقی رہ جاتی ہیں۔ سلطانِ اسلام کا وجود، فوج کی تعداد اور ساز وسامان آلات حرب کی کثرت کا ثبوت۔ ہم ان تینوں کو بھی ترتیب وار ذکر کر رہے ہیں۔

### ❶ سلطان اسلام:

82 سال کی عمر میں 28 دسمبر 1837ء کو اکبر ثانی اس دار فانی سے کوچ کر گیا اور اس کی جگہ 30 دسمبر 1837ء مطابق 29 جمادی الاخریٰ 1252ھ کو خاندانِ تیمور کا آخری نامور شہزادہ بہادر شاہ ظفر سریر آرائے سلطنت ہوا۔ شاہی مسجد کے امام مولانا احمد علی نے رسمِ تاج پوشی ادا کی اور فوج وسپاہ نے سلامی دی۔ ۳۴

بہادر شاہ ظفر ایک نیک کردار، روشن ضمیر، باکرامت، نورانی اور صوفی منش بادشاہ تھا۔ ۳۵ اور انگریزوں کا وظیفہ خوار ہونے کے باوجود اسے ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ ہندوستانی عوام کے لیے اس کی شخصیت قابل تعظیم تھی اور یہ قدر ومنزلت ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی نظر میں یکساں تھی۔ ۳۶

### ❷ فوج کی کافی تعداد:

- ہیرنشا ایک برٹش رائٹر ہے۔ اس نے اپنی کتاب ''تاریخ کے اگر'' میں 1857ء کے وقت برطانوی اور

ہندوستانی فوجوں کی تعداد کے بارے میں لکھا ہے:

" There were in India at the time only 45000 British troops as against more than 250000 sepoys".

1857ء کے زمانے میں انڈیا میں برطانوی فوجیوں کی تعداد صرف 45ہزار تھی جب کہ ہندوستانی فوجیوں کی تعداد ڈھائی لاکھ سے زیادہ تھی۔ ۳۷

● ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی افسر بکار خاص رام پور رضا لائبریری لکھتے ہیں: ''جب جنگ کا آغاز ہوا تو ایک لاکھ سے زیادہ مجاہدین اس میں شامل تھے''۔ ۳۸

● 4 ستمبر 1857ء کے روزنامچے میں جیون لال نے چند مخصوص راجاؤں کے نام ارسال کردہ شاہی مکتوب کے بارے میں لکھا ہے، جس میں فوج کی کثرت کا ذکر موجود ہے۔ ''شقہ بنام راجگان جے پور وجودھ پور و بیکانیر والور و کوٹہ بدیں مضمون لکھے گئے کہ شاہ دہلی کے پاس جماعت کثیر فوج کی ہے اور دل سے چاہتے ہیں کہ انگریزوں کو نیست و نابود کر دیں مگر چوں کہ ہمارے پاس کوئی مدد تدبیر واسطے مملکت کے نہیں، لہٰذا چاہتے ہیں کہ تم آکر انتظام ملک کا اپنی قدرت میں لو''۔ ۳۹

● سید عاشور کاظمی نے ''غداروں کے خطوط'' میں ''گھر کے چراغ سے'' کے عنوان سے انقلاب 1857ء کی تاریخ پر ایک تفصیلی مضمون لکھا ہے، جس پر ہندوستانی جنگ جوؤں کے بارے میں ان کا کہنا ہے: ''جنگ آزادی لڑنے والوں میں مختلف فوجی دستے شامل تھے جن میں میرٹھ کے سپاہیوں کے علاوہ ٹونک، نجف گڑھ، جھانسی، جھجر، حصار، سہارن پور، بریلی، نصیر آباد اور بنارس تک کے دستے شامل تھے۔ گوالیار کے فوجی دستے بھی راجا کی مرضی کے خلاف مجاہدین سے آملے تھے''۔ ۴۰

③ آلات کا اطمینان بخش ذخیرہ:

● 31 جولائی 1857ء میں ایک نامعلوم غدار نے کسی انگریز افسر کے نام ایک خط لکھا تھا جس میں اس نے علی پور کے لیے روانہ ہونے والی فوج کے پاس موجود اسلحے کی تفصیل اور مسلمانوں کی اسلحہ سازی کے بارے میں جاسوسی کی تھی:

فوج کے پاس جو اسلحہ ہے اس کی تفصیلات یہ ہیں:

توپ کے گولے : 50000

| | |
|---|---|
| گولیوں کے خول | 20000 |
| گولے | 180 |
| گول گولے | 265 |
| انگوریا گولے | 160 |
| بارود کے کنستر | 125 |
| گولے داغنے کے چارجز | 200 |

کھینچی جانے والی 12 توپیں' پیادہ فوج کے 8 رجمنٹیں اور گیاری کی
اس کے علاوہ ان کے پاس گھوڑوں سے
ا رجمنٹ بھی ہے۔ انہوں نے بادشاہ کے لیے 4 اور توپیں بھیجنے کا بھی حکم دیا ہے۔ ان کے پاس اس وقت گھوڑوں
سے کھینچی جانے والے 31 توپیں ہیں۔ محاصرہ توڑنے والی توپوں کی تعداد تو انگریزوں سے بھی زیادہ ہے۔ بارود
اور کارتوس کے چارجز بنانے کے لیے 260 مستری کام کر رہے ہیں۔ ان کے پاس 400 من دیسی بارود کا
ذخیرہ ہے۔ جو بھی انگریزی بارود ان کے پاس بچا تھا وہ اب سلیم گڑھ میں مقیم 74 ویں رجمنٹ کی تحویل میں دے
دیا گیا ہے۔ کل جتنے بھی کارتوس بنے تھے وہ آج فوج میں تقسیم کر دیے گئے ہیں۔
کارتوسوں کی ٹوپیاں بنانے کے لیے کہا جا رہا ہے کہ بارود کے کارخانے کے ایک ملازم کلو مستری نے اعلیٰ
نمونے کی ٹوپیاں تیار کی ہیں۔ اس طرح شہر کے ایک داروغہ مظہر علی نے لوگوں کو داغنے کا مسالہ تیار کرنے کے لیے
اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ ۴۱

● قلعہ کے اندر ایک بڑا بارود خانہ تھا جس میں 520 بارود بنانے والے تھے۔ ۴۲ مولوی رجب علی جنگ
شروع ہوتے ہی اپنی چرب زبانی اور عیاری سے بادشاہ کی مشاورتی کونسل کا رکن اور بارود خانے کا داروغہ بننے
میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ۴۳ یہ رجب علی انگریزوں کا جاسوس بھی تھا۔ اس نے 7 اگست 1857ء کی شام کو بارود خانہ
تباہ کر دیا جس میں سارے بارود ساز بھی ہلاک ہو گئے۔ ۴۴

● بازار خانم جو ایک بارونق بازار تھا' یہاں بھی ایک بہت بڑا بارود خانہ تھا۔ جنگ کے دوران میں یہاں کے
باشندوں نے آلات حرب کی تیاری کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی اور دست کاری میں اپنے کمال کا مظاہرہ اس
طرح کیا تھا کہ توپ کا گولہ' بندوق کی ٹوپی اور تفنگ کو بالکل انگریزوں جیسا بنا دیا تھا۔ انقلاب 1857ء کے بعد
انگریزوں نے اپنے انتقام کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لیے اس بازار کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ ۴۵

● عبداللطیف 2 ذی قعدہ 26 جون 1857ء کی روداد میں لکھتا ہے: ''حافظ ندیم الدولہ اور بہادر محمد داؤد خاں نے عرض کیا کہ کوچہ چوڑی سازاں کا ہر شخص سرگرداں و پریشان ہے کیونکہ ان کا کوچہ موت کی نشانی بن گیا ہے اور وہ اس وجہ سے کہ اس کوچہ کے ایک مکان کو بارود خانہ بنا دیا گیا ہے۔ جب آبادی میں بارود بنایا جائے تو وہاں کے باشندوں کو آگ لگنے اور جل جانے کا اندیشہ کیوں نہ ہو؟ بادشاہ نے مرزا مغل کو حکم دیا کہ رعیت کا خیال کرو اور بارود بنانے کے لیے بستی کے باہر کوئی جگہ پسند کرلو۔ ۴۶

علی پور جو فوج بھیجی جا رہی تھی اس کی تاریخ 31 جولائی 1857ء تھی، جب کہ جنگ کا آغاز 11 مئی 1857ء کو ہو چکا تھا۔ اس وقت اتنے سارے اسلحہ جات کے ساتھ فوج کو روانہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہندوستانی افواج کے پاس ساز و سامان و آلات حرب کی قلت نہ تھی بلکہ یہ وافر مقدار میں اور متعدد انواع میں موجود تھے جیسا کہ درج بالا تاریخی اقتباسات سے معلوم ہوا۔ ہاں! جنگ کے آخری دنوں میں قلعہ کے بارود خانہ کے جل جانے اور جنگ کے طول پکڑنے کی وجہ سے ان سامانوں کی قلت ضرور ہو گئی تھی جس کا ذکر روزنامچوں میں بھی ملتا ہے لیکن اس سے فتوائے جہاد پر کوئی حرف نہیں آتا ہے کیونکہ آغاز جنگ میں فوج کی جو تعداد اور آلات کا جو ذخیرہ تھا وہ نہایت ہی اطمینان بخش تھا اور ظاہری اسباب کے طور پر جنگ میں غلبہ حاصل کرنے کا مکمل ضامن تھا۔

## انقلاب 1857ء کا نصب العین:

جہاد کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مقصد حصول اقتدار و دولت نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کی حاکمیت قائم کرنا اور فتنہ و فساد ختم کر کے اس دھرتی کو امن و سکون اور عدل و انصاف کا گہوارہ بنانا ہو۔ اس لیے یہاں ضروری ہے کہ انقلاب 1857ء کا مقصد معلوم کریں۔ جہاد کے نصب العین سے اس کی ہم آہنگی یا غیر ہم آہنگی کا پتہ چل سکے۔ اس کے لیے بہادر شاہ ظفر کا بیان سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے ہم بادشاہ وقت کے دو بیان کی نقل کرتے ہیں۔

● بہادر شاہ ظفر نے والیان ریاست کے نام جو خط بھیجا تھا اس میں اس نے لکھا تھا: ''انگریزوں کو ملک سے نکال دینے کے بعد میرا مقصد ہندوستان پر حکومت کرنے کا نہیں۔ اگر تمام راجے دشمن کو ملک سے نکالنے کے لیے تلوار نیام سے نکال لیں تو میں شاہی اختیارات اور طاقت سے دست بردار ہونے کے لیے رضا مند ہو جاؤں گا''۔ ۴۷

● منشی جیون لال 2 جولائی 1857ء کی روداد میں لکھتا ہے: ''شاہ دہلی نے فرمایا کہ میری منشا یہ ہے کہ انگریز نیست و نابود ہو جائیں اور شہر کی لوٹ موقوف کی جاوے''۔ ۴۸

● شاہی فرمان و بیان کے علاوہ ایک اور بیان ملاحظہ کریں جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ روز آغاز

ہی سے اس جنگ کا مقصد تحفظ مذہب اور خلق خدا کو امن وسکون کی خوشگوار فضا فراہم کرنا تھا۔ اس کے بیان کرنے والے پنڈت سندر لال جی ہیں جو تاریخ ہند کے ایک لائق ومستند اور مانے ہوئے مبصر ہیں۔ ان کی مشہور کتاب "بھارت میں انگریزی راج" کو ظالم انگریزوں نے ضبط کرلیا تھا اور پنڈت جی کو فیض آباد جیل میں بند کردیا تھا۔ ایک دن چند قیدیوں سے گفتگو کے دوران پنڈت جی نے ایک راز سے پردہ اٹھایا اور کہا: "مولوی علی احمد فیض آبادی جو عربی اسکول میں پڑھاتے تھے وہ روٹیاں اور کنول کا پھول تقسیم کیا کرتے تھے، جس کا مقصد یہ تھا کہ ہونے والی جنگ روٹی کے لیے ہے اور کنول کے پھول کا مطلب یہ ہے کہ مذہب بچاؤ۔ لہٰذا یہ ہونے والی جنگ ان دونوں مقاصد کے لیے لڑی جائے گی"۔ ؏۹

یہ مضمون اللہ کے فضل سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ آخر میں "دانش مندانِ وقت" سے عرض ہے کہ 1857ء کے ظلم وستم اور جبر وتشدد پر مبنی ان حالات میں، جہاں شرائطِ جہاد اپنے پورے کوائف کے ساتھ موجود تھیں۔ ایسے سنگین اور جہاد متقاضی وقت میں کیا یہ دانش مندانہ اور حکیمانہ اقدام ہوتا کہ علمائے کرام حالات سے چشم پوشی کرتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے اور انسان نما شیطانوں کو مظلوم انسانوں کی زندہ لاشوں پر اپنی تجارت وسیاست کا شیش محل تعمیر کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیتے؟ ذرا آج کے دانش مند سر جوڑ کر سوچیں اور پھر بتائیں؟؟؟

یہ حق ہے کہ 1857ء کے سیاہ، سخت گیر اور ابتر سے ابتر حالات چیخ چیخ کر جہاد کی ضرورت کا اعلان کررہے تھے، جس کو اس وقت کے دانشور اور زمانہ شناس علماء نے سمجھ لیا تھا اور جہاد کا فتویٰ صادر کیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو یہ تعاون در باب ظلم وعدوان ہوتا جو سراسر ناجائز ہے۔

## ﴿حوالے وحواشی﴾

ا غداروں کے خطوط، سید عاشور کاظمی، ص:37
۲ غداروں کے خطوط، ڈاکٹر خلیق انجم، ص:310
۳ روزنامچہ عبداللطیف، مرتبہ خلیق احمد نظامی، ص:129
۴ باغی ہندوستان، عبدالشاہد شروانی، ص:215
۵ ایضاً، ص:264
۶ ایضاً، ص:266
۷ اخبار الظفر سے منقول بحوالہ تاریخ جنگ آزادی ہند 1857ء، سید خورشید مصطفیٰ رضوی، ص:347-348
۸ ایضاً
۹ Jacob: Western India, Savarkar,p:500.501
۱۰ غداروں کے خطوط، سید عاشور کاظمی، ص:182-183

۱۱ علماء اور دورِ جدید، وحید الدین خاں، ص:20
۱۲ نقشِ حیات ص:42
۱۳ تاریخ عروج سلطنتِ انگلشیہ، مولوی ذکاء اللہ، بحوالہ روزنامچہ عبداللطیف ص:192
۱۴ ہدایہ، جلد:2، ص:559
۱۵ تاریخ تحریک آزادی ہند، تاراچند، ص:442
۱۶ ایضاً، ص:443
۱۷ ایضاً، ص:465
۱۸ ایضاً، ص:467
۱۹ ایضاً، ص:468
۲۰ ایضاً، ص:456
۲۱ ایضاً، ص:458
۲۲ ایضاً، ص:460
۲۳ ایضاً، ص:461
۲۴ ایضاً
۲۵ ایضاً، ص:419
۲۶ جنگ آزادی اور وطن کے جاں باز، ص:48
۲۷ اسباب بغاوت ہند، سرسید احمد خاں، ص:36
۲۸ اخبار سامری لکھنؤ، 15 دسمبر 1856ء
۲۹ 1857ء کا تاریخی روزنامچہ، خلیق احمد نظامی، ص:20
۳۰ باغی ہندوستان، علامہ فضل حق خیرآبادی، ص:31
۳۱ عربی سے ترجمہ، ایضاً
۳۲ نور مغربی، جلد:5 شمارہ:13، خبر کلکتہ 28 مارچ 1857ء بحوالہ غداروں کے خطوط، ص:31
۳۳ اسباب بغاوت ہند، سرسید احمد خاں، بحوالہ مرادآباد تاریخ جدوجہد آزادی، محبوب حسین، ص:119
۳۴ جنگ آزادی اور وطن کے جاں باز، عبدالمالک مصباحی، ص:49
۳۵ روزنامچہ عبداللطیف، مرتبہ خلیق احمد نظامی، ص:115
۳۶ سرگزشت دہلی، درخشاں تاجور، ص:11
۳۷ F.G.C Hearenshaw,The ifs of History, P.156-157
۳۸ تاریخ جنگ آزادی ہند 1857ء، وقار الحسن صدیقی، ص:16
۳۹ سرگزشت دہلی، درخشاں تاجور، ص:250
۴۰ غداروں کے خطوط، سید عاشور کاظمی، ص:37
۴۱ ایضاً، ص:114
۴۲ روزنامچہ عبداللطیف، خلیق احمد نظامی، ص:162
۴۳ غداروں کے خطوط، سلیم قریشی، ص:17
۴۴ ایضاً
۴۵ ایضاً، ص:149
۴۶ ایضاً، ص:141
۴۷ جاں باز مرزا، ص:122